اگلی صدی میں

اسلامی معاشرے کی تعمیر میں مسلم خواتین کا کردار

جین آئی سمتھ ☆

اس سوال پر کہ اکیسویں صدی میں مسلم معاشرے میں خواتین کا کیا کردار ہونا چاہیے ؟ انہیں کیسا لباس پہننا چاہیے ؟انہیں کیا آداب اختیار کرنا چاہئیں ؟ ہر جگہ مسلم مرد اور خواتین بحث و مباحثہ میں حصہ لے رہی ہیں۔ عالمی ذرائع ابلاغ سے تو مسلم خواتین کو سیاہ لبادوں میں ملبوس پُر اسرار مخلوق بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن وہ خود اپنا کردار قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں، جنہیں وہ ابدی سرچشمہ ہدایت مانتی ہیں، متعین کرنے کی آرزو مند نظر آتی ہیں کیونکہ قرآن کو مسلم خواتین کے حقوق کا محافظ سمجھا جاتا ہے۔ قرآن میں مرد اور عورت کو مساوی قرار دیا گیا ہے۔ گو کہ ان کے دائرۂ کار کے اختلاف کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد ہر دو جنس کی جسمانی ساخت کا معمولی فرق ہے۔ غیر مسلموں کے لیے یہ بات باعث حیرت اور قابل اعتراض گردانی جاتی ہے کہ مسلمان مردوں کو چار شادیوں کی اجازت دی گئی ہے۔ تاہم یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ اجازت مشروط ہے۔ جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یک زوجیت ہی پسندیدہ عمل ہے۔

بعض مسلم گھرانوں میں بیوی کی طرف سے یک زوجیت کو یقینی بنانے کے لیے نکاح نامے میں یہ شرط لکھوانے کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے کہ مرد دوسری شادی نہیں کرے گا۔ نیز بعض مسلم ممالک میں طلاق کے قواعد میں ترمیم کر کے عورت کو طلاق کا حق دلوانے کے لیے کارروائیاں بھی ہو رہی ہیں۔ علاوہ ازیں وراثت کے قوانین پر نظر ثانی کرنے کے لیے اقدامات کئے جارہے ہیں، تاکہ مرد اور عورت کی وراثت مساوی کر دی جائے۔

پیغمبر اسلامؐ خواتین کے حقوق کے سب سے بڑے حامی تھے۔ آپؐ کی بعض ازواج

☆ Jane I. Smith, "Joining the Debate: Muslim Women Participate in the Discussion of the Many Roles..." *The World & I*, (Sunmer 1997) 60-67

(تلخیص : سجاول خان رانجھا)

(مطہراتؓ) جنہیں امہات المومنین کہا جاتا ہے، آپ کی رضامندی سے معاشرتی زندگی میں بھرپور حصہ لیتی تھیں۔ مثلاً حضرت خدیجہؓ ایک کامیاب تاجر تھیں اوار حضرت عائشہ (صدیقہؓ) نے احادیث کے ریکارڈ کے تحفظ میں سب سے زیادہ کردار ادا کیا۔ اس بنا پر انہیں احادیث پر اتھارٹی تسلیم کیا جاتا ہے۔

مورخوں نے مسلم خواتین کو آغاز اسلام میں حاصل آزادی کے بعد میں سلب ہونے کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ مثلاً بعض کہتے ہیں کہ گھروں کی چاردیواری میں رہنے کا حکم صرف ازواج نبیؐ کے بارے میں تھا مگر بعد میں اس حکم کو عام مسلم خواتین پر لاگو کر دیا گیا۔ جس کے نتیجے میں مسلم خواتین نے نماز کے لیے مساجد میں جانا ترک کر دیا۔ اس طرح وہ آہستہ آہستہ معاشرتی سرگرمیوں سے کٹ کر رہ گئیں اور گھر میں مردوں کے تابع ہو گئیں۔

اسلام پسندی کا عروج

بیسویں صدی میں جہاں مسلمان اپنے گمشدہ اقتدار کے حصول کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں، وہیں مسلم خواتین کی حالت سدھارنے پر بحث کا آغاز ہوا۔ یہ آغاز مصر سے ہو کر بتدریج دیگر کئی مسلم ممالک تک پہنچ گیا۔ پھر بعض مسلم ممالک میں ایسا نہ ہو سکا۔ ان معاشروں میں خواتین ناخواندگی، افلاس، کثرت اولاد اور گوشہ نشینی کا شکار رہیں۔

مغربی تصور کے مطابق آزادی کے حوالے سے مسلم خواتین میں دو قسم کی تحریکیں چل رہی ہیں۔ ایک تحریک تو وہ ہے جسے مغربی مفکرین ''اسلامی بنیاد پرستی'' کا نام دیں گے جبکہ دراصل اسے ''اسلام پسندی'' یا ''سیاسی اسلام'' کا نام دیا جانا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ وہ اسلامی شرعی نظام کی بالادستی میں یقین رکھتی ہیں۔ وہ پردے میں رہتے ہوئے معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی قائل ہو رہی ہیں۔ جیسا کہ مراکش میں ہو رہا ہے (مقالے میں ایک تصویر دی گئی ہے جس میں مراکشی خواتین کو پردے کے ساتھ موٹر سائیکل پر بازار میں آکر دکانداری کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے)۔ ان کے خیال میں اصل اسلام، خواتین کی حریت کے خلاف نہیں۔ وہ اسلامی نظام ہی کو اپنا نجات دہندہ سمجھتی ہیں۔ وہ تحدید آبادی کے خلاف ہیں۔ نیز اسلامی لباس کو اپنی راہ میں رکاوٹ نہیں سمجھتیں۔ اس تحریک سے متعلق خواتین مغربی تصور آزادی کو رد کرتی ہیں۔ اس تصور آزادی میں عورت کو ایک ''بازاری مال'' بنا دیا گیا ہے۔ یہ تصور آزادی مغربی معاشرے کے انحطاط کا باعث بن رہا ہے۔ مغرب میں عورتیں جنسی استحصال کا شکار ہیں۔

فتح مومنین ہی کو حاصل ہو سکتی ہے

۱۹۶۷ء میں اسرائیلی حملے میں مصر کی شکست کے بعد مسلم خواتین میں یہ احساس شدت سے اُبھرا کہ فتح صرف مومنین ہی کو حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لیے مسلم ممالک میں خواتین میں یہ رجحان فروغ پارہا ہے کہ صرف منہ اور ہاتھوں کو کھلا چھوڑ کر باقی جسم کو حجاب سے ڈھانپ کر گھر سے باہر کاموں میں حصہ لیا جائے۔ جسم کے کسی حصے پر مرد کی حریص نظریں نہ پڑیں (جیسا کہ مغربی خواتین کی بے حجابی میں امکان موجود ہے)۔ مسلم خواتین مردوں کا کردار ادا کرنے کی خواہش مند بھی نہیں ہیں۔

مسلم معاشروں میں گھر کے اندر خواتین کے کردار کو بہت اہمیت دی جانے لگی ہے۔ خصوصاً نئی نسل کی بطور مسلمان تعلیم و تربیت کے معاملے میں۔ ابتدائی اور دینی تعلیم کے شعبے میں خواتین بتدریج زیادہ پیش پیش نظر آتی ہیں۔ آہستہ آہستہ کئی مسلم ممالک میں خواتین کو تعلیم کے ساتھ ساتھ ملازمت اور سیاست کے مواقع فراہم کیے جانے لگے ہیں۔ مقالے میں اردن اور ایران کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔

ترقی پسند خواتین کا نظریہ

دوسری طرف ترقی پسند تحریک سے متعلق بعض مسلم خواتین بہتر عائلی قوانین کے حق میں ہیں۔ وہ مرد و زن کے مساوی حقوق پر زور دیتی ہیں۔ تاہم وہ مغربی طرز کی مادر پدر آزادی کے حق میں ہرگز نہیں۔ یہ خواتین اسلامی ریاست کے قیام کو ضروری نہیں سمجھتیں، گویا وہ اسلام کو ذاتی معاملہ سمجھتی ہیں۔ یہ خواتین کے کردار کے بارے میں حدیث کی بجائے قرآن کو ماخذ مانتی ہیں۔ اب جابجا خواتین کی انجمنیں وجود میں آرہی ہیں جن کے ذریعے وہ زیادہ فعال کردار ادا کرنے لگی ہیں۔

مغرب میں مسلم خواتین

مغرب میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیاں اور تعصّبات موجود ہیں۔ امریکہ میں اس منفی رویے کے خلاف مسلمانوں میں شدت سے اپنے اسلامی تشخص کے اظہار کی ایسی کوششیں ہونے لگی ہیں جو شاید کسی مسلم معاشرے میں بھی لازمی نہ سمجھی جائیں۔ اس کا مظاہرہ افریقی النسل امریکی مسلم خواتین میں زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔ اس کے ذریعے وہ دیگر مذاہب کے امریکیوں اور اپنی سابق غیر مسلم برادری کو یہ باور کروانا چاہتی ہیں کہ ان کی طرف

سے اسلام کا انتخاب مثبت نتائج کا حامل ہے۔

کئی امریکی مسلم خواتین گھر سے باہر برسرروزگار ہیں۔ اگرچہ بعض پیشے ان کے عقائد سے مطابقت نہیں رکھتے۔ بعض اوقات ان کے باحیا لباس کی بنا پر انہیں امتیاز کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ بعض اوقات انہیں جائے ملازمت پر وضو کرنے اور نماز پڑھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ چنانچہ انہیں گھر پر واپس جاکر نماز ادا کرنا پڑتی ہے۔

امریکی مسلم خواتین ڈیٹنگ کے خلاف ہیں۔ تاہم شادی کے لیے مرد کے انتخاب کا کوئی جائز طریقہ اختیار کرنے میں قباحت محسوس نہیں کرتیں۔ مثلاً مسلم اخبارات و جرائد میں اشتہار دے کر، مسلم تنظیموں کی خدمات حاصل کرکے (یا خاندانی حلقے میں صنف مخالف سے ملاقات کرکے)۔ مسلمان مردوں کو تو اہل کتاب عورتوں سے شادی کی اجازت حاصل ہے مگر مسلم خواتین کو یہ اجازت نہیں۔ جس سے ان کی شادی کا دائرہ محدود ہوگیا ہے۔ امریکی اور اسلامی قوانین میں موجود فرق سے بعض اوقات مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔

امریکہ میں مسلم خواتین اب معاشرتی زندگی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں، خصوصاً شعبہ تعلیم میں۔ اسلام کے خلاف امریکی غیر مسلموں کے تعصب پر مسلمان مرد اور خواتین اپنی تشویش کا اظہار کرنے لگے ہیں اور اس کے سدباب کے لیے کوشاں ہو گئے ہیں۔ جوں جوں امریکہ میں اسلام کا فروغ ہو رہا ہے، امریکی مسلم خواتین اسلام کی اشاعت کے لیے زیادہ سرگرم ہو گئی ہیں۔

ایلائی جاپول سے ایلائی جا محمد تک

رچرڈ برینٹ ٹرنر ☆

یہ اگست ۱۹۳۱ء کی ایک شام کی بات ہے۔ ڈیڑائٹ کے ایک ہال میں ڈبلیو ڈی فرض اپنے سینکڑوں حامیوں سے مخاطب تھا۔ ہال اور اس سے باہر لوگ اپنے مبلغ کی باتیں سننے کے لئے اُمڈ آئے تھے۔ اس کا کہنا تھا کہ لفظ "نیگرو" اصل میں سیاہ فام افریقی حلقے کے لوگوں سے موسوم ہے۔ یہ نام سفید فام نسل نے افریقی امریکیوں کو ان کے اصل ایشیائی ماخذ سے جدا کرنے کے لیے گھڑا تھا۔ سامعین میں ایلائی جاپول نامی ایک شخص بھی موجود تھا۔ اجلاس کے بعد جب اسے فرض سے متعارف کرایا گیا تو اس نے کہا کہ "میں جانتا ہوں تم کون ہو، تم خود خدا ہو" فرض نے جواب دیا، "یہ صحیح ہے، لیکن اس کا اس وقت اظہار نہ کرو۔ ابھی میرے سامنے آنے کا وقت نہیں آیا"۔ ایلائی جا جلد ہی فرض کے پُرجوش ترین طالب علموں میں سے ایک بن گیا فرض نے اس کا نام ایلائی جا کریم رکھا، جو بعد میں تبدیل ہو کر ایلائی جا محمد ہو گیا۔ ایلائی جاپول ۷ اکتوبر ۱۸۹۷ء کو ریاست جارجیا کے قصبے بولڈز سپرنگ میں ایک بابسٹ پادری کے گھر میں پیدا ہوا۔ وہ آٹھ بچوں میں سے ایک تھا، جسے، جدید امریکہ کی اسلام کی تاریخ میں سب سے زیادہ نمایاں ہونا تھا۔ وہ "نیشن آف اسلام" میں حکمران خاندان کا بانی بنا۔ اس خاندان کا خیال تھا کہ اس کا مشن ۲۰ویں صدی میں امریکہ میں اسلام کو ایک مستقل مذہب کے طور پر بحال کرنا ہے اور وہ اپنے مشن میں کامیاب رہا۔

ایلائی جاپول ۲۲ سال کی عمر میں جارجیا سے ڈیڑائٹ منتقل ہو گیا۔ ۱۹۲۰ء کی دہائی میں ہزاروں دیگر سیاہ فاموں کی طرح اس نے بھی مارکس گاروے کا نام سن رکھا تھا، جو بہترین مقرر اور سیاہ فام لوگوں کا رہنما تھا۔ ڈیٹرائٹ پہنچنے کے فوراً بعد ایلائی جا نے گاروے کو سننے کے لیے اپنے دوست کے ہمراہ شکاگو کا سفر اختیار کیا۔ ایلائی جا اس سے بہت متاثر ہوا اور اس نے سیاہ فام نسل کے بارے میں اس کے ارشادات کو "عظیم سچائی' سے تعبیر کیا۔ گاروے کا

☆Richard Brent Turner, "From Elijah Poole to Elijah Muhammad: Chief Minister of Islam", *American Vision*, 12:5 (October 1997), pp. 20-24

(تلخیص: سجاول خان رانجھا)

پیغام افریقہ کی نجات، نسلی شناخت، افتخار، یکجہتی اور سیاہ فاموں کی معاشی آزادی پر مرکوز رہا۔ پول بین الاقوامی نیگرو اصلاحی تنظیم (یو این آئی اے) کا ممبر بن گیا اور بعد میں شکاگو یو این آئی یونٹ کا کارپورل بھی بن گیا۔

ایلائی جا پول کی نظر میں یو این آئی اے کئی وجوہ کی بنا پر سیاہ فام عوام کے لیے ایک ماڈل پان افریقی تحریک تھی۔ پہلی بات یہ کہ گاروے پہلا عام آدمی تھا، جس کی باضابطہ تعلیم نہیں تھی، لیکن جو زور خطابت اور سیاہ فام شناخت پر زور کے باعث عوام کو متحرک کر سکتا تھا۔ دوسری بات یہ کہ یو این آئی اے ایک بین الاقوامی تحریک تھی، جس کی متعدد ممالک میں شاخیں تھیں۔ تیسری وجہ ہفت روزہ ''نیگرو ورلڈ'' تھا، جو عام زبان میں چھپتا اور امریکہ کے ہر شعبہ زندگی میں سیاہ فاموں میں پڑھا جاتا تھا۔ یہ ہفت روزہ سیاہ فام عالمی شناخت کو ڈھالنے اور نسل پرستی کی مزاحمت کے لیے الفاظ کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ چوتھی بات یہ کہ یو این آئی اے کے کاروباری اداروں سے سیاہ فاموں کو روزگار ملا۔ اور آخری بات یہ ہے کہ اگرچہ یو این آئی اے ایک مذہبی تنظیم نہیں تھی تاہم مذہب کی طرف اس کی سنجیدہ توجہ نے اسے پان افریقی مذہبی تحریک کے لیے ایک اچھا ماڈل بنا دیا۔

ایلائی جا پول نے گاروے کی تحریک کے کچھ سیاسی نظریات اور طریقوں کو نیشن آف اسلام کے لیے بطور ماڈل استعمال کیا۔ تاہم گاروے کے برعکس ایلائی جا کو یقین تھا کہ افریقہ کی طرف نقل مکانی امریکہ کے سیاہ فام باشندوں کے مسائل حل نہیں کر پائے گی۔ اس کی رائے میں سیاہ فام امریکیوں کی قسمت اور شناخت میں ڈرامائی تبدیلی ہی مسئلے کا حل فراہم کر سکتی تھی۔ ایلائی جا کی گاروے کی تحریک کے ساتھ دلچسپی عارضی ثابت ہوئی۔ جب ۱۹۲۷ء میں گاروے کو ڈاک کے فراڈ میں سزا ہوئی اور اسے امریکہ سے نکال دیا گیا تو دنیا بھر کے دیگر سیاہ فام باشندوں کی طرح ایلائی جا کو بھی صدمہ ہوا۔ ۱۹۳۰ء تک امریکہ میں کوئی متحرک رہنما اور کوئی مذہبی اور سیاسی تحریک ایسی نہ تھی جو امریکہ میں سیاہ فام لوگوں کے پان افریقی مسائل کی وکالت کرتی۔ مزید برآں جب ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو سٹاک مارکیٹ کریش ہوئی، تو اکثر سیاہ فام چرچوں کی ترجیحی لسٹ پر جنگجو پان افریقی ازم کا نام بالکل نہیں تھا۔ چنانچہ یہ نیشن آف اسلام کے مقدر میں تھا کہ وہ پان افریقی شناخت کے خلا کو کساد بازاری کے دور میں آگے بڑھ کر پُر کرے۔

ایلائی جا ایک ہنر مند مزدور تھا۔ اسے اور دیگر ہزاروں سیاہ فاموں کو کساد بازاری کے ہاتھوں اپنی ملازمتوں سے ساتھ دھونا پڑا۔ ڈیٹرائٹ میں صورتحال دوسرے بڑے شہروں کے

مقابلے میں زیادہ خراب تھی۔ کیونکہ یہ شہر ۲۰ کی وسط دہائی میں تیزی سے بڑھنے والے شہروں میں سے ایک تھا۔ اس میں سیاہ فاموں کی آبادی بھی تیزی سے بڑھ رہی تھی اور اس وقت تک شہر میں سیاہ فاموں کی تعداد ۵۵۰۰ تک پہنچ چکی تھی۔

۱۹۳۰ء میں کساد بازاری کے دوسرے سال شہر میں روزگار، رہائش اور خوراک کے لیے سیاہ فام اور سفید فام نقل مکانی کرنے والوں کے درمیان سخت مقابلے کی صورتحال تھی۔ سیاہ فاموں کے دلوں میں سفید فام باشندوں بالخصوص نسل پرست تنظیم ''کو کلکس کلان'' کے لیے بہت تلخی پائی جاتی تھی، اور ان سے پولیس، سماجی کاموں اور نچلے درجے کی نوکریوں کے سلسلے میں سخت مخاصمت تھی۔ کلان کے ممبران کی تعداد ۱۹۲۱ء میں ۳ ہزار تھی جو بڑھ کر ۲۲ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ یہ لوگ سیاہ فاموں کو دہشت زدہ کرتے۔ حتی کہ وہ ۱۹۲۴ء میں میئر شپ کی پوسٹ کے لیے بھی کوشاں رہے۔ یہ تمام تبدیلیاں ڈیٹرائٹ کی سیاہ فام آبادی کے لیے مایوسی کا باعث بنیں۔

انہی تبدیلیوں نے سیاہ فاموں میں نیشن آف اسلام کے لیے راہ ہموار کی۔ اس کی پیش رفت کی کئی دیگر وجوہات میں سے ایک یہ تھی کہ کسی اور سیاسی یا مذہبی سیاہ فام گروپ نے اتنا کھل کر اس غلامی پر، جس نے سیاہ فاموں کی نفسیات کو بری طرح مجروح کیا تھا، اظہار نہیں کیا۔ نئے مذہب کو قبول کرنے والوں کو سکھایا گیا کہ وہ ''ایشیا کی اصل سیاہ فام قوم شاہباز کی اولاد ہیں'' اور یہ کہ وہ غلامی میں اپنے اصل مذہب اسلام اور افریقی ایشیائی قومیت کو گم کر چکے ہیں۔ ان نظریات کے مطابق ایشیائی ''اصل'' انسان تھے اور ان کی قدیم تہذیب وادی نیل اور مکہ کے مقدس شہر سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے مقابلے میں غلاموں کے آقا تغیر پذیر نیلی آنکھوں والے وہ لوگ تھے جو ایک پاگل سیاہ فام سائنس دان یعقوب کے ذریعے پروان چڑھے۔ چنانچہ اس جینیاتی تجربے کے بعد سفید فام نسل نے ایشیائیوں کو ہزار سال تک غلام رکھا۔

سیاہ فام مسلمان کے لئے غلامی سیاہ فام لوگوں کی بے قدری میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ ڈبلیو ڈی فرض نے نیا مذہب قبول کرنے والوں کو نئے نام اور نئی سیاسی اور ثقافتی شناخت سے نوازا۔ اس کے بعد ایلائی محمد نے تمام نئے مذہب قبول کرنے والوں سے تقاضہ کیا کہ وہ اپنے خاندانی ناموں کو ایکس (x) میں تبدیل کر دیں، تاکہ اس سے ان کے غلامی کے دور کے نام ختم ہو سکیں۔ ایکس اصل شناخت کو اجاگر کرتا تھا، جو اس وقت گم ہوئی، جب سیاہ فام لوگ انہیں غلام بنانے والوں کے ہاتھوں افریقہ سے لے جائے گئے۔ جب نیا مذہب قبول

کرنے والوں نے ایکس کا نام اختیار کر لیا، تو ان کے لیے نئے مواقع کھولنے کے بارے میں سوچا گیا۔ سیاہ فام رہنماؤں نے انہیں بتایا کہ اگر وہ اپنے خدا، جواب ''اللہ'' تھا، کو قبول کر لیں اور اس کے (اور اپنے) اصل مذہب یعنی اسلام سے رجوع کریں، تو آزادی، مساوات، خوشی، ذہنی سکون، آسودگی، دولت، اچھا روزگار اور رباو قار گھر سب کچھ انہیں میسر آسکتا ہے۔ جب ایلائی جاپول ایلائی جا کریم اور بعد میں ایلائی جا محمد بنا تو وہ اب ایک بے روزگار نوجوان نہ تھا، جس کا گزارا امداد پر ہو۔ بلکہ وہ ایک معزز سیاہ فام ایشیائی اسلام کا سب سے بڑا مبلغ تھا۔

جس بات نے نیشن آف اسلام کو باقی ماندہ مسلم برادری اور دیگر سیاہ فام امریکی سیاسی اور مذہبی گروہوں سے علیحدہ رکھا، وہ ڈبلیو ڈی فرض کی طرف سے ایلائی محمد کو سکھائی گئی ''خفیہ سچائی'' تھی، جس کے مطابق سیاہ فام اور سفید فام ایک ہی خدا کے بھیجے ہوئے نہیں تھے بلکہ وہ اپنی فطرت کے اعتبار سے ''بنیادی طور پر مختلف'' لوگ تھے۔ ان کی نظر میں سیاہ فام ''نیک اور مقدس'' لوگ ہیں جبکہ سفید فام بدمعاش ''بلونڈ نیلی آنکھوں والے شیطان'' ہیں۔ اگرچہ ایک طرف سیاہ فام مسلم شناخت کا یہ پہلو نسل پرستانہ ہے، دوسری جانب یہ اہمیت کی ''نسلی تھراپی'' کا حصہ بھی ہے۔ اس سے پہلے کہ فرض اپنے پیروکاروں کا علم ان کے اصل ''ناموں، تاریخ، مذہب اور نسلیت کے بارے میں حال کرتا، اسے سفید فام کے بارے میں ناقابل تسخیر ہونے کے امیج کو تباہ کرنا تھا۔ یہی وہ امیج ہے، جس کے باعث سیاہ فاموں میں احساس کمتری اور اپنے آپ سے نفرت، ان کی نفسیات میں بہت گہرائی تک سرایت کر گئی تھی۔